OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ میں پاکستان کے مسیحی مذہبی اداروں کا کردار: ایک تحقیقی جائزہ

The Role of Christian Religious Institutions in Promoting Interfaith Harmony in Pakistan: A Research Study

Hafiz Saeed Ahmad Naeemi
M.Phil Research Scholar, Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore
hafizsaeedahmadnaeemi@gmail.com
Prof. Dr. Ali Akbar Al Azhari
HOD, Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore
ali.akbar@superior.edu.pk

Abstract

This study explores the role of Christian religious institutions in fostering interfaith harmony in Pakistan. Drawing on interviews and an analysis of the statements and services of key Christian leaders—such as Father James Channan, Professor Shaukat Gul, Father Shehzad Khokhar, Pastor Pervez Masih, and Father Haroon Gul—the research highlights their contributions to peacebuilding, social welfare, and the promotion of coexistence within Pakistani society. The findings demonstrate a strong alignment between Christian humanitarian initiatives and Islamic ethical principles, particularly regarding shared values of human dignity, neighborly rights, and social justice. At the same time, the study identifies persistent challenges, including theological differences and external ideological influences. The paper concludes by offering practical recommendations: increased state support, inclusion of interfaith

CC BY

themes in educational curricula, creation of joint dialogue platforms, proactive media engagement, and partnership in welfare projects, counter-extremism strategies, specialized training programs, sustained academic research, and active youth participation as pathways to strengthen interfaith harmony in Pakistan.

Keywords: interfaith harmony, Christian institutions, Pakistan, social welfare, religious cooperation, peacebuilding, Islamic ethics, religious minorities, interreligious dialogue, youth engagement

تمہید

بین المذاہب ہم آہنگی ایک ایسا معاشرتی و مذہبی اصول ہے جو مختلف مذاہب، مسالک اور عقائد کے افراد کے درمیان پر امن بقائے باہمی، احترام، اور رواداری کو فروغ دیتا ہے۔ پاکستان جیسے کثیر المذاہب معاشرے میں، جہاں مذہبی اقلیتوں کو کئی سماجی چیلنجز کا سامنا رہتا ہے، وہاں بین المذاہب ہم آہنگی کی اہمیت اور ضرورت دوچند ہو جاتی ہے۔ پاکستان میں عیسائیوں کی آبادی تقریباً 3.3 ملین ہے، جو کل آبادی کا 1.37 فیصد بنتی ہے۔[1] تعلیم، صحت، اور سماجی خدمات کے شعبوں میں ایک فعال کردار ادا کرتی ہے۔ تاہم، ان کی خدمات کا ایک نمایاں پہلو بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ میں ان کا حصہ ہے۔ مسیحی مذہبی ادارے،

فضا کو فروغ دینے میں مصروف عمل ہیں۔

اہمیتِ مطالعہ

بین المذاہب ہم آہنگی مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے باہمی احترام، تعاون اور پر امن بقائے باہمی کا نام ہے۔ پاکستان جیسے مذہبی و ثقافتی تنوع رکھنے والے معاشرے میں اس کی ضرورت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ ماضی میں کئی پر تشدد واقعات رونما ہو چکے ہیں جنہوں نے سماجی ہم آہنگی کو متاثر کیا۔ ایسے حالات میں مسیحی مذہبی ادارے خصوصاً کیتھولک اور پروٹسٹنٹ چرچز نے مکالمے اور رواداری کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ ہم آہنگی پر امن معاشرے کی تشکیل کے لیے ناگزیر ہے۔[2] پاکستان جیسے متنوع معاشرے میں بین المذاہب ہم آہنگی اور مسیحی اداروں کا کردار رواداری و امن کے قیام اور پر امن معاشرے کی تشکیل کے لیے نہایت اہم ہے۔

مسئلہ تحقیق

یہ تحقیق پاکستان میں مسیحی مذہبی اداروں کے بین المذاہب ہم آہنگی میں کردار، عملی اقدامات، رکاوٹوں اور معاشرتی اثرات کا تجزیہ کرتی ہے۔

تحقیقی سوال

پاکستان کے مسیحی مذہبی ادارے بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ میں کیا کردار ادا کر رہے ہیں؟

مقصد تحقیق

بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ان اداروں کی سرگرمیوں کا تجزیہ کرنا۔

منہجِ تحقیق

یہ تحقیق بیانیہ (Descriptive) اور تجزیاتی (Analytical) نوعیت کی ہے، اور معیاری (Qualitative) طریقہ کار اپنایا گیا تا کہ پاکستان میں مسیحی مذہبی اداروں کی سرگرمیوں اور بین المذاہب تعلقات کے اثرات کا جائزہ لیا جا سکے۔ تحقیق میں

پاسٹر پرویز مسیح، پاسٹر نوید اور پادری ہارون گل کے ساتھ شخصی انٹرویوز شامل کیے گئے، جبکہ ثانوی ذرائع میں دستاویزی مواد، رپورٹس اور متعلقہ مطبوعات استعمال ہوئیں۔ حاصل شدہ ڈیٹا کا تجزیہ موضوعاتی تجزیہ (Thematic Analysis) کے ذریعے کیا گیا، جس کے تحت امن و رواداری کے پروگرام، بین المذاہب مکالمے کے اقدامات، سماجی و تعلیمی خدمات، اور اداروں کو درپیش چیلنجز کے اہم موضوعات کو شناخت اور تفصیل سے جانچا گیا۔

پاکستانی معاشرے میں بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت

پاکستان جیسے کثیر المذاہب معاشرے میں پرامن بقائے باہمی اور معاشرتی استحکام کے لیے بین المذاہب ہم آہنگی ناگزیر ہے، کیونکہ یہ باہمی احترام، رواداری اور تعاون کو فروغ دے کر قومی وحدت اور ترقی کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ پاکستانی معاشرے میں بین المذاہب ہم آہنگی کی اہمیت پر عمومی بحث کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ ہم ان آوازوں کو شامل کریں جو براہِ راست مذہبی قیادت اور علمی طبقے کی نمائندگی کرتی ہیں۔ اسی مقصد کے تحت مختلف مسیحی مذہبی رہنماؤں اور ماہرینِ تعلیم سے انٹرویوز کیے گئے تا کہ ان کے تجربات، خیالات اور مشاہدات کی روشنی میں پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت اور اس کے تقاضوں کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔ ان آراء سے یہ حقیقت مزید اجاگر ہوتی ہے کہ ہم آہنگی محض نظری تصور نہیں بلکہ ایک عملی ضرورت ہے جو معاشرتی استحکام اور قومی یکجہتی کی ضامن ہے۔

دیگر بستے ہیں۔ یہاں مکالمے کی ضرورت اس لیے ہے کہ باوجود عقائد کے فرق کے، تمام مذاہب میں ایک خدا، آخرت، انسانیت کی قدر، انصاف، یتیموں و بیواؤں کی دیکھ بھال اور ضرورت مندوں کی مدد جیسے مشترکہ اصول موجود ہیں۔ ان پر عمل کر کے مذہب کی بنیاد پر تلخیوں کو کم اور ہم آہنگ معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔[3]

پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل کے مطابق پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی احترام، رواداری اور سماجی انصاف کی اعلیٰ قدر ہے، جسے علمی مکالمہ، نصاب، سیمینارز اور مشترکہ فلاحی کاموں کے ذریعے مستحکم کیا جا سکتا ہے۔ یہ رسمی نہیں بلکہ دل و ذہن میں راسخ ہو تا کہ یکجہتی، امن اور ترقی ممکن ہو۔[4]

جو ہے وہ سوسائٹی ہے تو اس میں جو بین المذاہب ہم آہنگی ہے وہ بہت ضروری ہے جس میں اتنا زیادہ کام نہیں کیا کہ جس میں بہت زیادہ اشد ضرورت ہے کام کرنے کی تو لیکن پیچھے چند دہائیوں سے جو گورنمنٹ اور سوشل سیکٹرز ہیں اس فیلڈ میں کافی ایکٹیو ہو رہے ہیں اور یہ بہت اچھی بات ہے جو پہلے اس کو اگنور کیا جا رہا تھا اب اس پہ فوکس کیا جا رہا ہے۔[5]

پادری ہارون گل صاحب نے کہا کہ پاکستانی معاشرے میں مذہبی ہم آہنگی کی خاص ضرورت ہے اس میں کئی مذاہب کے لوگ رہتے ہیں سب کو مل جل کر امن اور سلامتی سے رہنا چاہیے اپنے اپنے دین کی تعلیم کے مطابق عمل کرتے ہوئے امن سے رہیں اور امن سے رہنے دیں۔[6]

پاسٹر پرویز مسیح کے بقول اگر ہم اس کو اپنے طور پر دیکھیں تو ہمیں آہنگی میں فرق نہیں کرنا چاہیے کہ اگر کسی کو اس حوالے سے نہ کہیں کہ یہ مسلم ہیں یا کرسچن مذہب سے ہے اس طرح سے ترجیح نہ دیں۔ پہلے نمبر پہ یہ نہ دیکھیں کہ اس کے ٹائٹل کے ساتھ کیا ہیں اگر ہم ہم آہنگی کی بات کریں تو اس میں یہ ہے کہ سب کو اپنے برابر سمجھے سب سے اہم یہ ہے کہ ہم نا کسی کو کمتر اور نا خود سے بڑا سمجھیں بلکہ برابر سمجھیں۔ اگر برابری کی بات کریں تو برابری نہیں ہے تو وہ ہم آہنگی نہیں ہیں۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ برابری بہت ضروری ہے اگر کسی کو برابر اور یکساں سمجھنے والے ہو کیونکہ اس طرح محبت کے ساتھ ہم آہنگی بھی برقرار رہے گی۔[7]

اور ہر مذہب احترام، محبت اور دوسروں کے ساتھ انصاف سکھاتا ہے۔ اسلام اور مسیحیت دونوں امن، محبت اور بھائی چارے کی تعلیم دیتے ہیں، جیسے مسیحیت میں کہا گیا ہے: "دوسروں کے ساتھ ویسا سلوک کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ دوسرا تمہارے ساتھ کرے۔"[8]

یہ اسلام میں بھی ہے ہندوؤں میں بھی ہے سکھوں میں بھی ہے تو ہماری جو دینی تعلیمات جو امن کے لیے اور ہم آہنگی کے لیے وہ بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں اور ان تعلیمات کا بہت بڑا کردار ہے اپنے اپنے مذاہب کو پڑھیں جانیں بے شمار تعلیمات ہمیں ملیں گی امن کی، رواداری کی، اور انصاف کی اور مختلف مذاہب کے ساتھ مل جل کر رہنے کی۔

ڈاکٹر فادر شہزاد کھوکھر کے مطابق مذہب ہر انسان کی شخصیت پر گہرا اثر ڈال ता ہے اور اسے درست راستہ دکھاتا ہے۔ مذہب کی اصل تعلیم امن، صلح اور سلامتی کی طرف رہنمائی کرتی ہے، جبکہ اس کا غلط یا سیاق و سباق سے ہٹ کر پیش کیا جانا انتشار اور اختلاف کا سبب بنتا ہے۔ چاہے اسلام، ہندو مت، مسیحیت، سکھ مت یا دیگر مذاہب ہوں، ان کی بنیادی تعلیمات انسان کو امن اور ہم آہنگی کی طرف لے جاتی ہیں، جبکہ فرقہ وارانہ یا سیاسی اختلافات بعض کمیونٹیز کو انٹروورٹ بنا دیتے ہیں۔[9]

پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل کے مطابق مذہب بین المذاہب امن اور ہم آہنگی کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ تمام بڑے مذاہب محبت، عدل، احترام اور انسانیت کا پیغام دیتے ہیں اور اخلاق، دیانت، رحم دلی اور بھائی چارے کی تعلیم دیتے ہیں۔ اگر دینی رہنما، علمائے کرام اور تعلیمی ادارے رواداری اور افہام و تفہیم کی تعلیم عام کریں، تو معاشرے میں مثبت تبدیلی آسکتی ہے۔ مذہب کا صحیح فہم تنازعے کی بجائے صلح، انصاف اور محبت کا ضامن ہے، اور اسے تعمیری انداز میں پیش کر کے پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی مضبوط کی جاسکتی ہے۔۔[10]

پادری ہارون گل کہتے ہیں کہ تمام مذاہب میں امن سے رہنے کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ محبت، بھائی چارہ، برداشت، اور معافی کی تعلیم عام کرنے کی ضرورت ہے مساجد، چرچز، ٹیمپل، میں ان ہی باتوں کی تعلیم دینے کی خاص ضرورت ہے۔[11] کیونکہ کہا گیا ہے اپنے دشمنوں سے محبت اور ستانے والوں کے لیے دعا کرو معاف کرو تمہیں بھی معاف کیا جائے گا بھلا کرو تمہارا بھی بھلا ہو گا۔[12]

پاسٹر پرویز مسیح نے کہا کہا گر ہم مذہب کی تعریف دیکھیں تو مذہب ایک پریکٹس ہیں عملی جامع پہناتا ہے کسی چیز کو تو میرے خیال میں ایسا کوئی بھی مذہب نہیں جو نفرت کا درس دیتا ہو مذہب جو بھی ہے چاہے کرسچن ہے ہندو سکھ جتنے بھی مذہب ہیں کوئی بھی مذہب ہمیں نفرت نہیں بلکہ محبت اور ہم آہنگی کا درس دیتے ہیں۔ مذہب ہمیں یہی سکھاتا ہے کہ ہم آہنگی کو کیسے قائم رکھیں۔[13]

پاکستانی معاشرے میں بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت سے کسی طور انکار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اسلام خود عدل، رواداری اور پرامن بقائے باہمی کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں ہمیں یہ واضح رہنمائی ملتی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات میں عدل و انصاف اور احسان کو پیشِ نظر رکھا جائے، بشرطیکہ وہ مسلمانوں سے عداوت یا جنگ نہ کریں۔ اسلامی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ[14] ترجمہ: اللہ تمہیں اُن لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ پرامن تعلقات، انصاف اور نیکی کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ مسیحی رہنماؤں کی یہ بات کہ تمام مذاہب انسانی احترام، عدل اور نیکی پر زور دیتے ہیں، اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ "میثاقِ مدینہ" کے ذریعے عملی مثال قائم کی کہ ایک کثیر المذاہب معاشرے میں سب اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے امن و عدل کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

من آذى ذمياً فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله[15] ترجمہ: جس نے کسی غیر مسلم ذمی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

یہ روایت اس بات کو مزید پختہ کرتی ہے کہ اسلام غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا درس دیتا ہے۔ البتہ بعض نکات پر اسلامی نقطہ نظر مختلف ہے۔ مثلاً مسیحی مذہبی رہنما عقائد کے اشتراک (Shared Beliefs) کی بات کرتے ہیں کہ سب مذاہب خدا کو مانتے ہیں اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہاں یہ ضروری ہے کہ اسلام کے مطابق یہود و نصاریٰ کے عقائد میں توحید کی اصل تعلیم بگاڑ کا شکار ہو چکی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ[16]

ترجمہ: "یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے، حالانکہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

اس لیے اسلام کے نزدیک اگرچہ بین المذاہب ہم آہنگی معاشرتی و سماجی لحاظ سے ضروری ہے، مگر عقائد کے اشتراک کی بات کو محض انسانی و سماجی مشترکات (عدل، نیکی، انسان دوستی، مظلوم کی مدد) کی حد تک ہی قبول کیا جا سکتا ہے، نہ کہ عقیدہ توحید میں۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسیحی رہنماؤں کے بیشتر مؤقف، مثلاً انسان دوستی، عدل، یتیموں اور ضرورت مندوں کی کفالت، اور امن ورواداری کو فروغ دینا، قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور اس پر عملی طور پر تعاون ہونا چاہیے۔ تاہم عقائد کے باب میں اسلام کا موقف منفرد اور غیر متزلزل ہے، اور کسی قسم کا اشتراک عقیدہ قابلِ قبول نہیں۔ اس لیے بین المذاہب ہم آہنگی کا مطلب سماجی تعاون اور پرامن بقائے باہمی ہونا چاہیے، نہ کہ عقائد میں امتزاج یا ہم آہنگی۔ اس پر سب کا نقطہ نظر متفقہ طور پر ہے کہ ملک خدادا میں بہت سارے مذہب کے ماننے والے لوگ رہتے ہیں اس میں ہم آہنگی اور برداشت ضروری ہے۔

پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی کو درپیش بڑے چیلنجز

پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کے راستے میں کئی رکاوٹیں بھی موجود ہیں۔ یہ چیلنجز مختلف زاویوں سے سامنے آتے ہیں، جیسے کہ تعلیمی نصاب، سماجی و معاشی حالات، غلط فہمیاں، شدت پسندی، اور مذہبی رہنماؤں کا رویہ۔ انٹرویوز کے دوران مختلف شخصیات نے اپنے اپنے تجربات کی روشنی میں ان مسائل کی نشاندہی کی ہے۔

نصاب میں متنازعہ مواد، منفی تعبیرات، معاشی پسماندگی اور عالمی واقعات کے ردِ عمل میں امتیازی سلوک شامل ہیں۔ ان کے نزدیک اس کا حل فراخ دلی، ذہنی کشادگی اور نصاب میں بین المذاہب تعلیم کی شمولیت ہے تاکہ تعصبات کم ہوں۔[17]

پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل کے مطابق پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی کو سماجی، تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی چیلنجز درپیش ہیں، جن میں لاعلمی، شدت پسندی، نصاب کی کمی، امتیازی سلوک اور میڈیا کے منفی اثرات شامل ہیں۔ حل کے لیے علماء، ماہرین، حکومت اور سول سوسائٹی کو باہمی تعاون سے جامع اور طویل المدتی حکمت عملی اپنانا ضروری ہے۔[18]

ڈاکٹر فادر شہزاد کھوکھر کے مطابق پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی کے اہم چیلنجز میں فرقہ واریت، ایک دوسرے کے مذاہب سے لاعلمی، اور تربیت یافتہ مذہبی رہنماؤں کی کمی شامل ہیں۔ حقیقی ہم آہنگی کے لیے ضروری ہے کہ اہلِ علم اور تربیت یافتہ رہنما آگے آئیں اور عوام کو درست رہنمائی فراہم کریں۔[19]

پاسٹر پرویز مسیح کے مطابق بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے سب سے بڑا چیلنج حکومت کی غیر فعال پالیسی ہے۔ ان کے خیال میں حکومت کو چاہیے کہ شہر اور ملک کی سطح پر باقاعدہ میٹنگز اور پلیٹ فارمز قائم کرے، جس میں تمام مذہبی رہنما—مسلمان، مسیحی، ہندو، سکھ—شامل ہوں اور مقامی مسائل کو اجاگر کر کے حل تجویز کریں۔ اس طریقے سے ہم آہنگی کے اقدامات زیادہ مؤثر اور مربوط ہو سکتے ہیں۔[20]

پادری ہارون گل کے مطابق پاکستان میں سب سے بڑا چیلنج مذہبی تعصب اور عدم برداشت ہے۔ لوگ اکثر انصاف کے برعکس جھوٹے الزامات لگاتے اور تشدد کرتے ہیں، جبکہ علماء کرام دینی اداروں میں معافی، برداشت اور محبت کی تعلیم نہیں دیتے۔ ان کے خیال میں حقیقی بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ضروری ہے کہ سب کو انسانیت کے معیار کے مطابق رویہ اختیار کرنا سکھایا جائے۔[21]

اسلامی نقطۂ نظر

پاکستانی مسیحی رہنماؤں اور ماہرین تعلیم نے اپنے انٹرویوز میں جو چیلنجز پیش کیے ہیں ان میں بعض باتیں اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہیں جبکہ بعض پہلوؤں میں وہ اسلامی نقطۂ نظر کے بر خلاف یا اس سے متصادم ہیں۔ ذیل میں ان نکات کا قرآن و سنت کی روشنی میں تجزیہ کیا جاتا ہے:

شہری سمجھنا، یا ان پر جھوٹے الزامات لگانا، بین المذاہب ہم آہنگی کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔
اسلامی تعلیمات اس تنقید کی تائید کرتی ہیں، کیونکہ قرآن مجید ہر انسان کی عزت و حرمت کو بنیادی اصول قرار دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ"[22]...

"اور یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی ہے

اسی طرح رسول اللہ ﷺ فرمان واضح ذمی کو تکلیف دینے کی ممانعت موجود ہے۔[23]"

دین اسلام میں مذہبی ہم آہنگی کی اہمیت

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ[24]

"اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا، خبر رکھنے والا ہے۔"۔

اس آیت مبارکہ میں برابری کا قانون بیان کیا گیا ہے کہ کوئی وطن یا قبیلہ کسی کی عزت کا معیار نہیں ہے معیار تقوی ہے اور اللہ سبحانہ و تعالی نے خاندان اور مختلف قبیلے ایک دوسرے پر اپنی بڑائی جتانے کے لیے نہیں بنائے ان کو بنانے کا مقصد انسانوں کے درمیان اپنی پہچان برقرار رکھنا ہے لکل داء دواء فإذا أصيب دواء الداء برأ ب-إذن الله عزّ وجلّ[25]
رسول اللہ ﷺ نے معاہد کے قتل پر سخت تنبیہ کی ہے جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:
"مَن قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِح رَائِحَةَ الجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِن مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا."[26]

"جس شخص نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک بھی نہ پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔

ان تعلیمات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے مساوات، عدل، اور انسانی جان کے تحفظ کے اصولوں کو بنیادی حیثیت دی ہے۔ انہی اصولوں کی روشنی میں اگر مختلف مذاہب کی اصلاحی تحریکوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہر مذہب نے اپنے اپنے دائرے میں انسانی معاشرے کی اصلاح اور فلاح کے لیے نمایاں کوششیں کی ہیں۔

انٹرویوز میں بیان کردہ چیلنجز میں سے بیشتر اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہیں، مثلاً مساوات اور انسانی حرمت پر زور دینا، جھوٹے الزامات سے اجتناب، نصاب میں رواداری کی شمولیت، غربت کے خاتمے کے لیے اقدامات اور مکالمے کی ضرورت۔

البتہ جہاں بعض مسیحی رہنما یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی آسمانی کتب (انجیل، زبور، تورات) آج بھی مکمل اپنی اصل شکل میں محفوظ ہیں، وہ اسلامی عقیدے کے بر خلاف ہے۔ قرآن واضح اعلان کرتا ہے کہ پچھلی کتب میں تحریف ہوئی:

"فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ"[27]...

"پس ہلاکت ہے ان کے لیے جو کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

لہٰذا اس مسئلے پر مسلمانوں اور مسیحیوں کا اختلاف اپنی جگہ قائم ہے، لیکن عملی سطح پر باہمی احترام اور مکالمہ ہی بہترین حل ہے۔

بین المذاہب مکالمہ کے فروغ کے لیے کیا مسیحی اداروں کے اقدامات

پاکستان کے تناظر میں بین المذاہب ہم آہنگی اور تعاون کا فروغ ایک نہایت اہم اور درپیش سماجی و مذہبی چیلنج ہے۔ مختلف مذاہب کے درمیان افہام و تفہیم کو بڑھانے اور تنازعات کو کم کرنے کے لیے متعدد ادارے مختلف نوعیت کے عملی اقدامات اور پروگرامز پر عمل پیرا ہیں۔ ان اقدامات میں تعلیم و تربیت، مکالمہ و مباحثہ، ثقافتی تبادلے اور کمیونٹی سطح پر مشترکہ فلاحی سرگرمیاں شامل ہیں۔ ذیل میں چند نمایاں شخصیات کے اداراتی اور تنظیمی تجربات کو بطور مثال پیش کیا جا رہا ہے، جو اس جدوجہد کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔

مسجد کے خطیب اور ہندو رہنما کی موجودگی میں ہوا۔ تب سے ادارہ سیمینارز، ورکشاپس اور کانفرنسز کے ذریعے مذہبی مکالمہ، نوجوانوں اور خاندانوں کی آگاہی، خواتین کے عالمی دن، رمضان اور دیگر تہواروں پر مشترکہ پروگرام منعقد کرتا ہے، یوں یہ پاکستان میں امن اور باہمی احترام کا مؤثر پلیٹ فارم بن چکا ہے۔[28]

پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل کے مطابق پاکستانی مسیحی ادارے بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے عملی اور تعلیمی اقدامات کر رہے ہیں۔ ان میں مختلف مذاہب کے دینی رہنماؤں، ماہرین تعلیم اور طلبہ کے لیے سیمینارز اور ورکشاپس، نصاب میں بین المذاہب اسباق، مقامی کمیونٹیز میں مشترکہ فلاحی سرگرمیاں (طبی کیمپس، شجرکاری، خون کے عطیات)، اور اساتذہ و طلبہ کی تربیت شامل ہیں۔ عالمی دنوں پر مشترکہ تقریبات باہمی احترام اور سمجھ بوجھ بڑھاتی ہیں۔ یہ اقدامات اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ علم، مکالمہ اور عملی تعاون کی بنیاد پر ہی دیرپا بین المذاہب ہم آہنگی قائم کی جا سکتی ہے۔[29]

ڈاکٹر فادر شہزاد کھوکھر کے مطابق ان کے ادارے میں پانچ مذہبی رہنما شامل ہیں: ہندو، سکھ، مسیحی، سنی اور شیعہ مسلم۔ اہم اقدامات میں مختلف مذہبی اور قومی تہواروں کا مشترکہ انعقاد شامل ہے، جیسے ہولی، دیوالی، رمضان، عیدین، شب معراج، شب برات، کرسمس، ایسٹر اور بیساکھی۔ یہ پروگرام نہ صرف خوشیوں اور غموں میں اشتراک کو فروغ دیتے ہیں بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی اور باہمی احترام کی عملی مثال قائم کرتے ہیں۔[30]

پادری ہارون گل صاحب کا مؤقف یہ ہے کہ ان کے اداروں میں کئی سالوں سے سیمینار کرائے جاتے ہیں۔ دیگر مذہب کے علماء کرام کو بلایا جاتا ہے۔[31]

خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ پوپ کی سادہ زندگی، غریبوں سے محبت اور عالمی امن کے لیے کوششیں ان کی امن پسندی کی

امن کے فروغ کی بہترین مثال ہیں۔[32]
پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل کے مطابق ان کا ادارہ بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لیے سالانہ کانفرنسز، سہ ماہی سیمینارز اور ورکشاپس منعقد کرتا ہے جن میں مختلف مذاہب کے علماء، اسکالرز اور طلبہ شریک ہو کر مکالمہ، تجربات کا تبادلہ اور دوطرفہ

ہیں۔ عالمی یوم رواداری اور امن پر ثقافتی و تعلیمی سرگرمیاں بھی منعقد کی جاتی ہیں تاکہ مختلف مذاہب کی اقدار اجاگر ہوں اور ادارہ ایک محبت، احترام اور ہم آہنگی پر مبنی معاشرہ تشکیل دے سکے۔[33]
یہ تمام شخصیات تقریباً ایک جیسے اقدامات کی نشان دہی کرتی ہیں جن میں سیمینارز، ورکشاپس اور کانفرنسز کا انعقاد، مختلف مذاہب کے تہواروں کو اکٹھے منانا، علمی و تربیتی سرگرمیاں، کمیونٹی آؤٹ ریچ پروگرامز، اور باہمی احترام و مکالمے کو فروغ دینا شامل ہے۔ گو کہ ہر شخصیت نے اپنے ادارے کے پس منظر اور انفرادی پروگرامز (جیسے پیس سینٹر کا قیام، نصاب میں ہم آہنگی کی شمولیت، یا فلاحی سرگرمیوں کا اہتمام) کی روشنی میں ان اقدامات کو بیان کیا، تاہم ان تمام کا مقصد اور نوعیت یکساں ہے۔
اس طرح یہ جوابات مجموعی طور پر ایک متفقہ نقطۂ نظر کی عکاسی کرتے ہیں کہ عملی اقدامات اور ادارہ جاتی پروگرامز ہی بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے بنیادی ذرائع ہیں۔

بین المذاہب تعاون اور مکالمہ: قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو مکالمہ اور مشترکہ اصول پر اتفاق کی دعوت دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍۢ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ﴾[34]

ترجمہ": اے اہل کتاب! آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔"

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کے ساتھ گفت و شنید اور مشترکہ بنیادی اقدار پر مکالمہ کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، خاص طور پر توحید اور عبادت کے حق کے حوالے سے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ[35]"

ترجمہ": تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"

یہ اخلاقی اصول انسانیت کے درمیان اخوت، رواداری اور باہمی احترام کا مضبوط نظریاتی و عملی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ قرآن کی مذکورہ آیت واضح کرتی ہے کہ اسلام اہل کتاب کو مکالمہ اور مشترکہ بنیاد پر تعلقات کی دعوت دیتا ہے۔ حدیث مبارکہ اخلاقی اور سماجی بنیاد فراہم کرتی ہے جس کے ذریعے مختلف ادیان کے ماننے والوں کے درمیان تعاون، محبت اور امن قائم کیا جا سکتا ہے۔

یہ نصوص اس امر پر بھی زور دیتی ہیں کہ بنیادی عقائد (خصوصاً توحید) پر کوئی سمجھوتہ نہ ہو، البتہ سماجی اور انسانی فلاح کے کاموں میں تعاون کو شرعی تائید حاصل ہے۔

مسیحی مذہبی اداروں کا عوامی فلاحی کاموں میں کردار

مختلف مذہبی گروہوں کے مابین تعاون اور ہم آہنگی کو فروغ دینا ہر معاشرے کی فلاح و بہبود، امن و استحکام کے لیے نہایت اہم ہے۔ ہمارا ادارہ اور دیگر مذہبی ادارے مل کر عوامی فلاح، صحت، تعلیم اور آفات میں امداد کے متعدد شعبوں میں اپنا مثبت کردار ادا کرتے ہیں تاکہ تمام طبقات کو مساوی مواقع میسر ہوں اور باہمی احترام و محبت کی فضا قائم ہو۔

اقدامات کیے گئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ سیلاب، کرونا اور معذور افراد کی مدد جیسے عملی کاموں کے ساتھ ساتھ پیغامِ پاکستان ایک تاریخی فتویٰ ہے، جس پر تقریباً دس ہزار علما نے دستخط کیے۔ اس فتویٰ میں دہشت گردی، خودکشی اور فرقہ وارانہ گروہ بندی کو حرام قرار دیا گیا، خواتین اور اقلیتوں کے مساوی حقوق کی ضمانت دی گئی اور الزام تراشی سے اجتناب کی تعلیم دی گئی۔ یہ دستاویز صدرِ پاکستان اور سرکردہ علما کی موجودگی میں منظور ہوئی اور قرآن و حدیث کی روشنی میں مرتب کی گئی۔[36]

پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل کے مطابق ان کا ادارہ مختلف مذاہب کے اداروں کے ساتھ فلاح، صحت، تعلیم اور آفات میں امداد کے شعبوں میں فعال کردار ادا کرتا ہے۔ مشترکہ میڈیکل کیمپ، بلڈ ڈونیشن، فری ہیلتھ اسکریننگ، اسکالرشپس، تعلیمی سامان، اور اساتذہ کی تربیت کے پروگرام چلائے جاتے ہیں۔ سیلاب یا زلزلے کی صورت میں امدادی سامان اور بحالی کا انتظام کیا جاتا ہے، جبکہ صاف پانی، شجرکاری اور ہنر سکھانے کے منصوبے بھی مشترکہ طور پر انجام دیے جاتے ہیں۔ یہ سرگرمیاں انسانی دکھ کم کرنے کے ساتھ تعلقات میں قربت اور باہمی احترام کو فروغ دیتی ہیں اور پرامن، خوشحال اور ہم آہنگ معاشرے کی بنیاد رکھتی ہیں۔[37]

فادر شہزاد کھوکھر صاحب کے مطابق ان کے ادارے کی سرگرمیوں میں ہمیشہ انسانیت کو مقدم رکھا جاتا ہے۔ میڈیکل کیمپ، اسکولز یا امدادی سرگرمیوں میں کبھی یہ تخصیص نہیں کی گئی کہ کون سا فرد کس مذہب سے ہے، بلکہ حالیہ مہم میں تقریباً500 خاندانوں کو بلا تفریق مسلم، ہندو یا مسیحی امداد فراہم کی گئی۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ سب سے پہلے انسانیت ہے، کیونکہ خدا سب کا خالق ہے اور سب کو یکساں محبت کرتا ہے۔ جیسے ہر مٹی کے برتن کی اپنی اہمیت ہے، ویسے ہی ہر انسان خدا کے نزدیک برابر ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔[38]

پاسٹر پرویز مسیح کہتے کہ پچھلے دنوں میں جیسے سیلاب آیا اور آتے ہیں یہ قصور باڈر والی سائیڈ پر ادھر ہم گئے ہمارے پاس راشن تھا اور ہم نے مالی مدد کی لوگوں کی اس میں بھی ہم نے یہی کیا ہے نہیں کہ سلیکشن نہیں کی ہم نے کہ کوئی لسٹ بنالی ہے یا کسی

بندے کے ساتھ کوئی رابطہ رکھا ہے کہ بتائیے گا جو کرسچن ہے ان کا کیا نقصان ہوا ہے تو ہم نے صرف ان کی مدد کرنی ہے بلکہ ہم سب ادھر گئے تو عوامی طور پر بھی ہم نے سب کے ساتھ یکجا محبت کا اظہار کیا اور سب کی مدد کی۔[39]

کرتے ہیں سکولوں میں مختلف گروپوں کے لوگوں کو تعلیم دی جاتی ہے زلزلے میں 2005 میں اور دیگر مواقع پر مسیحی ادارے نے بڑھ چڑھ کر مالی مدد کی۔[40]

یہ تمام رہنماؤں کے جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ مختلف مسیحی ادارے اور قائدین دوسرے مذاہب کے ساتھ مل کر عوامی فلاح، صحت، تعلیم اور آفات میں امداد کی سرگرمیوں میں فعال کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ مشترکہ میڈیکل کیمپس، تعلیمی منصوبے، سیلاب و زلزلے جیسے مواقع پر ریلیف آپریشنز، راشن کی تقسیم، اسکالرشپ اور سماجی ترقی کے پروگراموں میں شریک ہو کر بلا امتیاز مذہب و نسل انسانیت کی خدمت کرتے ہیں۔ ان سرگرمیوں کا مقصد نہ صرف حاجت مندوں کی مدد اور معاشرتی ترقی ہے بلکہ باہمی احترام، امن، محبت اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینا بھی ہے، تاکہ ایک پرامن اور خوشحال معاشرہ تشکیل پا سکے۔

اسلام میں باہمی تعاون اور انسانی خدمت

اسلام نے انسانوں کے درمیان باہمی تعاون اور فلاح و بہبود پر زور دیا ہے، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ یہ اصول

پرویز مسیح، اور پادری ہارون گل کے بیانات، جو عوامی فلاح، صحت اور تعلیم میں بین المذاہب تعاون پر مبنی ہیں، اسلامی تعلیمات کے ساتھ مکمل مطابقت رکھتے ہیں۔

ہمیں نیکی اور تقویٰ میں تعاون کا درس قرآن مجید سے ملتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّوَالتَّقْوَىٰ‌ۖوَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[41]

"اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون نہ کرو۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ صحت، تعلیم، اور قدرتی آفات میں امداد جیسے تمام رفاہی کام نیکی کے دائرے میں آتے ہیں۔ لہٰذا

رہنماؤں کے بیانات، جن میں سیلاب و کرونا کے متاثرین کی مدد، میڈیکل کیمپ، اور تعلیمی منصوبوں کا ذکر ہے، اسی حکم کی عملی مثال قرآن مجید سے گزر چکی ہے کہ ایک ناحق کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔[42]

احادیث کی روشنی میں تمام مخلوق اللہ کا خاندان ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

» الخَلْقُ عِيَالُ اللَّهِ، فَأَحَبُّ الخَلْقِ إِلَى اللَّهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَى عِيَالِهِ[43] «

"تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرے۔"

یہ حدیث انسانیت کے ساتھ بلا تفریق مذہب حسن سلوک کرنے اور ان کی فلاح کے لیے کام کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ مختلف مذاہب کے ساتھ مل کر تعلیم اور صحت کے شعبوں میں خدمت اسی حدیث کے مطابق ہے۔ اسی طرح ہمسایوں کے حقوق کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ ہے:

» مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ[44]

"جبرائیل مجھے ہمسائے کے بارے میں اتنی تاکید کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا وہ اسے وارث بنادیں گے۔"

اسلام میں ہمسایہ چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم، اس کے حقوق محفوظ ہیں۔ ان کی خوشی اور غم میں شریک ہونا اور فلاحی کاموں میں تعاون کرنا دینی ذمہ داری ہے۔

اسلام اور مسیحیت دونوں مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ انسانیت کی خدمت، عوامی فلاح، تعلیم، صحت اور امن و محبت کا فروغ ایک مشترکہ دینی و اخلاقی ذمہ داری ہے۔ مسیحی قائدین کے بیانات اور عملی اقدامات جیسے آفات میں امداد، فلاحی سرگرمیاں اور بین المذاہب تعاون، اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ ان دونوں روایتوں کا ماحصل یہ ہے کہ خدمتِ خلق اور انسانی احترام کے ذریعے معاشرتی ہم آہنگی کو مضبوط کیا جا سکتا ہے، اور اسی بنیاد پر ایک پر امن اور خوشحال معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی کی پالیسی کے متعلق مسیحی رہنماؤں کے خیالات و تجاویزات

کو امن و رواداری کی مثال بنایا جا سکتا ہے۔[45]

پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل کے مطابق ان کے ادارے نے مختلف مذاہب کے ساتھ مشترکہ فلاحی اور تعلیمی منصوبے چلائے، جن سے نہ صرف ضرورت مندوں کی مدد ہوئی بلکہ اعتماد، محبت اور بین المذاہب احترام بھی فروغ پایا۔[46]

پادری ہارون گل صاحب کہتے ہیں کہ لوگوں کو امن اور محبت سے رہنا سکھائیں ۔ دینی اداروں میں خاص تعلیم دیں۔ مل جل کر رہنے کی ترغیب دیں۔ مذہبی انتہا پسندی تشدد پسندی اور تعصب کو دور کریں تاکہ معاشرے میں سکھ اور چین ہو سکے۔[47]

پاسٹر پرویز مسیح کے مطابق بین المذاہب محبت اور ہم آہنگی کے لیے ضروری ہے کہ مسیحی اور مسلم مذہبی رہنما ایک دوسرے کے مواقع پر شریک ہوں، مثلاً پادری علما کو افطار پر بلائیں اور علما پادریوں کو اپنے مواقع پر مدعو کریں۔ اس طرح کی ملاقاتوں اور رفاقت سے نہ صرف قربت بڑھے گی بلکہ محبت اور باہمی اعتماد بھی فروغ پائے گا۔[48]

ڈاکٹر شوکت گل کے مطابق ادارے نے مختلف مذاہب کے ساتھ مل کر مشترکہ امدادی و تعلیمی منصوبے نافذ کیے، جن میں سیلاب اور دیگر آفات میں راشن، پانی، کمبل، شیلٹر کی فراہمی، مفت میڈیکل کیمپ اور پسماندہ اسکولوں میں تعلیمی سامان شامل ہے، جس سے نہ صرف ضرورت مندوں کی مدد ہوئی بلکہ بین المذاہب اعتماد، رواداری اور بھائی چارے کو بھی مضبوطی ملی۔[49]

ان جوابات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بین المذاہب تعلقات کو مضبوطی کے لیے سب سے زیادہ ضرورت تعلیمی تبدیلیوں، سماجی ہم آہنگی، انصاف کے نظام کی مضبوطی، میڈیا کے تعمیری کردار اور مکالمے کے فروغ کی ہے۔ جب یہ تمام عوامل عملی صورت اختیار کر لیں تو پاکستان میں امن و محبت کی فضا قائم ہو سکتی ہے اور دنیا کے سامنے ایک روشن مثال بن سکتا ہے۔

اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیہ

نے پاکستان میں بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لیے اپنے خیالات، تجاویز اور عملی تجربات کا اظہار کیا ہے۔ ان کے بیانات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیہ درج ذیل ہے۔ ان تجاویز میں زیادہ تر نکات قابل تعریف اور اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں۔ تاہم، کچھ ایسے بیانات بھی ہیں جن پر نقد و تبصرہ ضروری ہے کیونکہ وہ اسلامی اصولوں سے متصادم ہیں۔

کن اور اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ اسلام میں نماز، روزہ اور زکوٰۃ مخصوص عبادات ہیں جو صرف اسلام کا حصہ ہیں۔ دیگر مذاہب میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ بہت سے مذاہب میں اخلاقی اقدار مشترک ہیں، جیسے سچائی اور انصاف، لیکن عبادات کے حوالے سے یہ بات کہنا درست نہیں ہے۔ اسلام توحید کا درس دیتا ہے جبکہ دوسرے مذاہب میں شرک کے نظریات پائے جاتے ہیں۔ ان کو یکساں قرار دینا اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔
فادر شہزاد کھوکھر نے ایک واقعہ کا ذکر کیا کہ ایک مولانا نے ان سے مشورہ کیا کہ ایک مسیحی لڑکی جو مسلمان ہونا چاہتی تھی، اس

واقعی اسلام قبول کرنا چاہتی ہے۔
یہ نقطہ اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔ اسلام میں کسی کو جبری طور پر مسلمان بنانا حرام ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنی مرضی

کرنا درست نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں نیت کا فیصلہ ہوتا ہے اور یہ کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ قرآنی حکم کہ اسلام قبول کرنے کے لیے کوئی جبر نہیں ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[50]

ترجمہ: "دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔"

یہ اصول اسلام کی وسعت اور آزادی کو ظاہر کرتا ہے کہ دین قبول کرنے میں کسی قسم کا جبر نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی اپنی خوشی اور نیت کے ساتھ اسلام قبول کرنا چاہے تو اس پر شک و شبہ یا تاخیر کرنا درست نہیں، کیونکہ نیت کا فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ قرآن کی مذکورہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام اختیار کرنا ایک آزادانہ اور قلبی فیصلہ ہے، نہ کہ کسی دباؤ یا جبر کا نتیجہ۔
مسیحی رہنماؤں کی اکثر تجاویز اور تجربات اسلامی تعلیمات اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی سیرت سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔ اسلام علم حاصل کرنے اور اس کے ذریعے معاشرے میں خیر پھیلانے کی تلقین کرتا ہے۔ تعلیمی نصاب میں باہمی احترام اور مذہبی رواداری کو شامل کرنا اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ[51]

ترجمہ: "اے ایمان والو، نہ مردوں کا کوئی گروہ دوسرے مردوں کا مذاق اڑائے،
ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتوں کا کوئی گروہ دوسری عورتوں کا،
ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔"

یہ آیت کسی بھی دوسرے گروہ کی تضحیک کرنے سے منع کرتی ہے، چاہے وہ مذہب کی بنیاد پر ہو۔ یہ واضح طور پر احترام اور رواداری کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ مسیحی رہنماؤں کی طرف سے سیلاب میں امداد، میڈیکل کیمپ اور تعلیمی منصوبوں میں مشترکہ تعاون کے تجربات اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں جو دوسروں کی مدد اور انسانیت کی خدمت پر زور دیتی ہیں۔ حدیث نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ القِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ، يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَاللَّهُ فِي عَوْنِ العَبْدِ مَا كَانَ العَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ.[52]

ترجمہ: "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "جو شخص کسی مسلمان کی دنیا کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کرے گا، اللہ اس کی قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کرے گا، اور جو کسی تنگ دست کو آسانی مہیا کرے گا، اللہ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا، اور اللہ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔""

اگرچہ حدیث میں "مسلم بھائی" کا ذکر ہے، اسلامی فقہ کی رو سے یہ اصول انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے عام ہے۔ غیر مسلموں کی مدد کرنے پر بھی اجر ملتا ہے۔ مختلف مذہبی رہنماؤں کا ایک دوسرے کی عبادت گاہوں میں جانا اور تہواروں میں شرکت کرنا اسلامی تاریخ سے ثابت ہے۔

تعلیماتِ سیرت نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں بین المذاہب ہم آہنگی

میثاقِ مدینہ اسلام میں بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری کا تاریخی نمونہ ہے، جس میں یہودی اور نصرانیوں کو عبادت، مذہبی آزادی اور سیاسی حقوق دیے گئے اور یہ آج کے بین المذاہب تعلقات کے لیے مثال ہے۔[53] میثاقِ مدینہ مذہبی آزادی، مساوات اور رواداری کی اسلامی مثال ہے جو آج بھی بین المذاہب امن کی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

نجران کے عیسائی وفد کا واقعہ اسلامی تاریخ میں بین المذاہب رواداری اور مکالمے کی ایک لازوال مثال ہے۔ جب یہ وفد مدینہ منورہ حاضر ہوا تو رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں نہ صرف عزت و احترام کے ساتھ اپنی مجلس میں جگہ دی بلکہ ایک روایت کے مطابق جب انہوں نے مسجد نبوی میں اپنی عبادت کرنی چاہی تو صحابہ کرامؓ نے اعتراض کیا، لیکن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی۔ اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں مذہبی آزادی، رواداری اور اختلافِ مذہب کے باوجود باہمی احترام کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس عملی مظاہرے سے اسلام کا وہ آفاقی پیغام سامنے آتا ہے جو امن، برداشت اور محبت کو فروغ دیتا ہے اور آج کے بین المذاہب تعلقات کے لیے رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔[54]

یہ واقعہ اسلام میں دینی رواداری، احترامِ اختلاف اور باہمی تعلقات کی عملی تعلیم دیتا ہے، جو ہر دور میں امن اور سماجی ہم آہنگی کے لیے قابلِ تقلید ہے۔

خلفاءراشدین کے دور میں بین المذاہب ہم آہنگی

خلفائے راشدین نے اپنے عہد میں بین المذاہب ہم آہنگی اور غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے روشن عملی نمونے قائم کیے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے لشکر کو ہدایت دی کہ جنگ میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور مذہبی علامات کو نقصان نہ پہنچایا جائے، اور مالِ غنیمت اور زرعی وسائل کی حفاظت کی جائے۔[55] جس سے غیر مسلموں کے بنیادی حقوق کی پاسداری یقینی بنی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اہلِ ایلیاء کو امان نامہ دے کر ان کی جان، مال اور عبادت گاہوں کی مکمل ضمانت فراہم کی، اور انہیں مذہب کی تبدیلی پر مجبور نہ کرنے کا حق دیا۔[56] یہ اسلامی عدل، رواداری اور مساوات کا روشن ثبوت ہے۔ حضرت علیؓ نے بھی ایک مقدمے میں قاضی کے شرعی فیصلے کو تسلیم کر کے عدل و انصاف کا اعلیٰ معیار قائم کیا۔[57] جس سے غیر مسلم شہری متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوئے۔

خلفائے راشدین کے دور میں اسلام نے بین المذاہب ہم آہنگی کے عملی نمونے پیش کیے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جنگ میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور مذہبی علامتوں کو نقصان نہ پہنچانے کی ہدایت دے کر غیر مسلموں کے بنیادی حقوق کی حفاظت کو یقینی بنایا۔ حضرت عمرؓ نے اہلِ ایلیاء کو امان نامہ دے کر ان کی جان، مال اور عبادت گاہوں کی ضمانت دی۔ حضرت علیؓ نے یہودی کے ساتھ مقدمے میں قاضی کے فیصلے کو تسلیم کر کے عدل و انصاف کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ یہ سب واقعات ثابت کرتے ہیں کہ اس دور میں عدل، احترام اور آزادی کے اصولوں پر مبنی ایسا نظام قائم تھا جس نے پر امن بقائے باہمی کو فروغ دیا۔

حاصل کلام

مسیحی رہنماؤں اور اداروں نے بین المذاہب ہم آہنگی، مساوی حقوق، تعلیم اور خدمتِ انسانیت کو فروغ دیا اور ان کی خدمات اسلامی اخلاقیات کے ساتھ ہم آہنگ نظر آئیں۔ تعلیم، صحت اور فلاحی منصوبوں نے معاشرتی اعتماد اور معیارِ زندگی بہتر بنایا۔ ان رہنماؤں کے بیانات نے عوامی سطح پر امن و رواداری کا مثبت پیغام دیا۔ مشترکہ دینی اصولوں پر زور دے کر مکالمے کو آگے بڑھایا گیا۔ یہ سب عوامل معاشرتی بندھن کو مضبوط اور جھڑپوں کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوئے۔ تاہم مذہبی تشدد، تعصب اور ماضی کے حملوں نے خوف و عدم اعتماد کو بڑھایا۔ بعض حلقوں میں مغربی این جی اوز کے اثرات کے شبہے نے مقامی قبولیت کو محدود کیا۔ فقہی و نظریاتی اختلافات مکالمے کی گہرائی کے راستے میں رکاوٹ بنے۔ ریاستی پالیسیوں، قانونی فریم ورک اور ادارہ جاتی کمزوریوں نے تعاون کو کمزور کیا۔ وسائل کی کمی اور نصاب و میڈیا میں رواداری کی کم نمائندگی بھی اہم رکاوٹیں رہیں۔ بین المذاہب مکالمہ امن، رواداری اور بقائے باہمی کے لیے ناگزیر ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے کہ اسلام نے ابتدا سے مذہبی آزادی اور احترام کو فروغ دیا۔ مسیحی رہنماؤں کے مطابق مساوات اور خدمتِ انسانیت کے بغیر مکالمہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ قرآن و حدیث غیر مسلموں کے ساتھ عدل، حسنِ سلوک اور آزادیِ مذہب کی تعلیم دیتے ہیں، البتہ امتیازی رویے اور حقوق کی کمی مسائل پیدا کرتے ہیں۔ نتیجتاً، مکالمہ اسلام کی روح کے مطابق احترام و مساوات پر مبنی ہو تو معاشرتی ہم آہنگی اور امن کو مضبوط بنا سکتا ہے۔

سفارشات

حکومت کو بین المذاہب اداروں کی کوششوں کو پالیسی سطح پر تسلیم اور معاونت کرنی چاہیے۔
سرگرمیوں کو شہری مراکز سے بڑھا کر دیہی اور پسماندہ علاقوں تک پھیلایا جائے۔
تعلیمی نصاب میں رواداری اور بقائے باہمی جیسے مضامین شامل کیے جائیں۔
مذاہب کے اداروں کے درمیان مستقل مکالماتی پلیٹ فارمز قائم کیے جائیں۔
میڈیا ان اداروں کی مثبت سرگرمیوں کو اجاگر کر کے شعور بیدار کرے۔
مختلف مذاہب کے ادارے مل کر فلاحی منصوبوں میں شریک ہوں۔
بین المذاہب کوششوں کو شدت پسندی کے خاتمے کی پالیسیوں سے جوڑا جائے۔
رہنماؤں اور ذمہ داران کے لیے جدید مکالماتی تربیتی پروگرام منعقد کیے جائیں۔
جامعات و تحقیقی ادارے مستقل تحقیقی منصوبے اور لٹریچر تیار کریں۔
نوجوانوں کو بین المذاہب سرگرمیوں میں فعال کردار کے مواقع دیے جائیں

حوالاجات

[1] Farman Ali, Hafiz Waqas Khan, Shehla Riaz, Ikram ul Haq, and Kamran Ahmed, "The Historical Evolution of Christianity in Pakistan: Missionary Influence, Caste Dynamics, and the Challenge of Theological Contextualization," Journal of Islamic Thought and Civilization 15, no. 1 (Spring 2025): page range, 217-401 https://doi.org/10.32350/jitc.151.23.

[2] فادر ڈاکٹر جمیز چنن, او پی محبت کا راستہ، (ملٹی میڈیا افیئرز، شام نگر چوبرجی لاہور)، صفحہ نمبر 38

[3] ڈاکٹر فادر جیمز چنن او پی صاحب یہ پیس سنٹر لاہور کے ڈائریکٹر ہیں یہ سارے سوالوں کے جواب انہوں نے انٹرویو کے درمیان دیے تھے

[4] پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل، ذاتی انٹرویو، 5 جون، 2025ء

[5] فادر شہزاد کھوکھر، ذاتی انٹرویو 10 جون، 2025ء

[6] پادری ہارون گل، ذاتی انٹرویو، 15 جون، 2025ء

[7] پاسٹر پرویز مسیح، ذاتی انٹرویو، 20 جون، 2025ء

[8] متی کی انجیل 7 باب آیت 12

[9] فادر شہزاد کھوکھر، ذاتی انٹرویو 10 جون، 2025ء

[10] پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل، ذاتی انٹرویو، 5 جون، 2025ء

[11] پادری ہارون گل، ذاتی انٹرویو، 15 جون 2025ء

[12] Holy Bible, New International Version. Grand Rapids, MI: Zondervan, 2011. Matthew 5:44.

[13] پاسٹر پرویز مسیح، ذاتی انٹرویو 20 جون، 2025ء

[14] سورۃ الممتحنہ: 8

[15] المعجم الکبیر، الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1414ھ۔ ج6، ص 313 ، رقم الحدیث 215۔

[16] سورۃ المائدہ: 73

[17] فادر اعظم طارق، ذاتی انٹرویو،29جون،2025ء
[18] پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل، ذاتی انٹرویو،5جون،2025ء
[19] فادر شہزاد کھوکھر، ذاتی انٹرویو،2025ء
[20] پاسٹر پرویز مسیح، ذاتی انٹرویو،2025ء
[21] پادری ہارون گل، ذاتی انٹرویو،2025ء
[22] الاسراء17:70
[23] الطبرانی، المعجم الکبیر، حدیث215، ج6، ص313
[24] الحجرات:13
[25] مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری، صحیح مسلم، کتاب السلام، باب: "اب لکل داء دواء واستحباب التداوِي"، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1414ھ)۔ حدیث نمبر5741
[26] صحیح البخاري، کتاب الجزیۃ، حدیث:3166
[27] البقرۃ2:79
[28] ڈاکٹر فادر جیمز چنن اوپی، ذاتی انٹرویو،2025ء
[29] پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل صاحب، ذاتی انٹرویو،2025ء
[30] فادر شہزاد کھوکھر، ذاتی انٹرویو،2025ء
[31] پادری ہارون گل، ذاتی انٹرویو،2025ء
[32] ڈاکٹر فادر جیمز چنن اوپی، ذاتی انٹرویو،2025ء
[33] پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل صاحب، ذاتی انٹرویو،2025ء
[34] سورۃ آل عمران، آیت64
[35] صحیح البخاری، کتاب الإیمان، حدیث13
[36] فادر جیمز چنن او۔پی، ذاتی انٹرویو،2025ء
[37] پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل صاحب، ذاتی انٹرویو،2025ء
[38] فادر شہزاد کھوکھر، ذاتی انٹرویو،2025ء
[39] پاسٹر پرویز مسیح، ذاتی انٹرویو،2025ء
[40] پادری ہارون گل، ذاتی انٹرویو،2025ء
[41] المائدہ:2
[42] المائدہ:32
[43] المنذري، زکي الدین عبد العظیم، الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف، ج3، دار الحدیث، القاھرۃ، 2006، ص430۔
[44] صحیح البخاري۔ کتاب الآدب، باب الوصاۃ بالجار، حدیث نمبر6014۔
[45] ڈاکٹر فادر جیمز چنن اوپی، ذاتی انٹرویو،2025ء
[46] پروفیسر ڈاکٹر شوکت گل، ذاتی انٹرویو،2025ء
[47] پادری ہارون گل، ذاتی انٹرویو،2025ء
[48] پاسٹر پرویز مسیح، ذاتی انٹرویو،2025ء
[49] فادر شہزاد کھوکھر، ذاتی انٹرویو،2025ء

[50] البقرہ،:256

[51] سورۃ الحجرات:11

[52] جلد4، حدیث نمبر2699۔ . صحیح مسلم

[53] جلد 1۔ بیروت: دار المعرفۃ، 2001، ص502۔ . ابن ہشام، عبد الملک۔ *السیرۃ النبویۃ*

[54] جلد ص502 . *السیرۃ النبویۃ*

[55] فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ البلاذری، ص118 تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، جلد3، ص226-227(بیروت: دار التراث، 1967ء)
(قاہرہ: مطبعۃ دار الکتب، 1901ء)

[56] تاریخ الطبری، جلد3، ص609-610

[57] ابن الاثیر، عزالدین ابو الحسن علی بن محمد، *الکامل فی التاریخ* (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ / 2001ء)،، جلد3 ص405۔